فردوس الشہد اقلمی (سرائیکی)

تحقیقی وتنقیدی جائزہ

اجمل مہار ابنِ اکبر *

Abstract:

Syed Ghulam Muhammad Shah resident of village Chanana, near Grote city, Tehsil Khushab, translated a Persian book "Rozat-ul-Shuhda" of Mulana Hussain Vaiz Kashfi of Iran, in Seraiki, in 1230 AH i.e. 1814 AD. This manuscript was copied by Gul Muhammad in 1270 AH. This manuscript is written in such a style which is generally vogue in old Seraiki books. One of the characteristics of this translation is that it is written in form of Marcia and not in form of Masnavi. Narration of lengthy events in poems requires a specific skill. The translator is well versed in this skill. This old manuscript of 363 pages is preserved in Seraiki Research Centre of Bahauddin Zakariya University, Multan.

برصغیر پاک وہند میں اسلامی تاریخ کا باقاعدہ آغاز ۹۲ھ/۷۱۲ء میں محمد بن قاسم کی فتح سندھ وملتان سے ہوتا ہے۔ یہاں تقریباً تین سو سال تک عرب حکومت برقرار رہی۔ اسی دور میں پاکستان کے بعض علاقوں خصوصاً ملتان میں فارسی زبان کے نقوش ابھرنا شروع ہو گئے تھے۔ تیسری صدی ہجری/نویں صدی عیسوی میں خلیفہ عباسی المعتمد (۲۵۶ھ/۸۷۱ء) نے سندھ کا انتظام مشہور ایرانی وطن پرست حکمران یعقوب بن لیث کے حوالے کر دیا تو وادی سندھ میں فارسی زبان کو نشو ونما کا موقع ملا۔

مشہور عرب سیاح بشاری المقدسی ۳۷۵ھ میں ملتان آیا اس کے مطابق ''ملتان میں فارسی زبان عام طور پر سمجھی جاتی ہے۔''(۱)

اپنے تاریخی اور اسلامی محرکات کی بناء پر فارسی زبان اور ادب کے ہمارے خطے اور معاشرے پر گہرے اثرات ہیں۔ جدید تحقیق کے مطابق دنیا میں اس وقت دو ہزار سات سو (۲۷۰۰) زبانیں زندہ ہیں ہر زبان نے معاشرے میں اپنی بقاء کے لئے ترجمہ نگاری کا سہارا لیا ہے۔ زبان کی ترویج اور لسانی ترقی کے لئے یہ لسانی لین دین بہت ضروری ہے۔ اس طرح مذہبی، تہذیبی اور ثقافتی سطح پر خیالات وتصورات کا ادل بدل، علوم وفنون میں معلومات کا تبادلہ اور حکمت و

* ریسرچ سکالر، سرائیکی ریسرچ سنٹر، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان۔

دانش میں اصطلاحات ومحاورات کا استعمال دراصل زبان کے ارتقائی مراحل کے طے کرنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔

ڈاکٹر گستاولی بان کے مطابق ''یونان کی تصانیف کا علم ان کے عربی ترجمے کے ذریعے دنیائے علم وادب میں پھیلا تھا'' اورنٹیل ازم (Orientalism) اور انڈیالوجی (Indialogy) جیسی عظیم اصطلاحات عربی، فارسی، ترکی اور سنسکرت کی معروف کتب کے تراجم کی بناء پر پیدا ہوئیں۔

اٹھارویں اور انیسویں صدی میں یورپ کی مشرق سے دلچسپی نے جرمنی میں مشرقی تحریک کو ایک باقاعدہ ادبی رجحان دیا، گوئٹے فارسی شاعری اور غزل کے تراجم سے اتنا متاثر ہوا کہ اس نے عالمی ادب العالیہ (well literrature) کا تصور پیش کر دیا۔ کالی داس کے ڈرامہ شکنتلا کا متعدد یورپی زبانوں میں ترجمہ ہوا۔ دانتے کی طربیہ خداوندی (Divine Comedy) ایک ہسپانوی عرب مصنف کی تصنیف ''کتاب المعراج'' کے لاطینی ترجمے سے متاثر ہو کر لکھی گئی۔ اسطرح چاسر نے الف لیلیٰ سے متاثر ہو کر Can terbury Tales لکھی۔ گلستان کا فرانسیسی میں ترجمہ آدم اولیاءلوس نے ۱۶۵۴ء میں کیا۔

اس طرح مولانا روم کی معروف فارسی مثنوی کا بیشتر زبانوں میں ترجمہ ہوا۔ ۱۶۳۵ء میں اردو میں ملا وجہی کی تصنیف ''سب رس'' منظوم فارسی قصہ ''دستور عشاق'' المعروف قصہ ''حسن ودل'' کا آزاد نثری ترجمہ ہے۔ شمالی ہند میں نثر کی پہلی باقاعدہ تصنیف ''کربل کتھا'' فارسی کی ''روضۃ الشہدا'' از کمال الدین حسین بن علی واعظ کاشفی کا آزاد ترجمہ ہے۔ (۲)

فارسی کی معروف اور مقبول کتاب ''روضۃ الشہدا'' کا جہاں دوسری پاکستانی زبانوں میں ترجمہ ہوا سرائیکی زبان میں بھی اسکا منظوم ترجمہ غلام محمد شاہ نے ۱۲۳۰ھ/۱۸۱۴ء میں کیا۔ یہ ترجمہ سرائیکی ادب کا قدیم نایاب شاہکار کہلاتا ہے۔

---

i- ایران میں صفوی خاندان کا پہلا بادشاہ ابوالمظفر شاہ اسماعیل اول بہادر خان ۹۰۸ھ/۱۵۰۲ء میں برسرِ اقتدار آیا تھا۔ اسی کے عہد میں ملا حسین واعظ کاشفی (ایرانی) نے اپنی کتاب تصنیف کی۔

ii- واقعہ کربلا ۶۱ھ میں ہوا، روزِ شہادت کے ۸۴۷ سال بعد یہ کتاب تالیف کی گئی۔ لہٰذا سنِ تصنیف یہ ہوا ۶۱+۸۴۷=۹۰۸ھ

iii- ملا حسین وعظ کاشفی نے ۱۵۰۲ء یا ۹۰۸ ہجری میں یہ کتاب لکھی جبکہ سرائیکی میں اسکا ترجمہ غلام محمد شاہ نے ۱۸۱۴ء ۲ ء/۱۲۳۰ ہجری میں کیا اس طرح یہ سرائیکی ترجمہ ۳۲۲ سال بعد ہوا۔

تعارفِ کتاب:

ملا حسین واعظ کاشفی (ایرانی) نے بعض انبیاء اور سرورکائناتﷺ کے مناقب ومصائب، اہل قریش کے ظلم وستم، شہادت جعفرؓ وحمزہؓ، خاتم المرسلینؐ کی وفات، حضرت علیؑ، حضرت فاطمہؑ کی ولادت تا رحلت وشہادت اور فضائل ومصائب آلِ محمد پر فارسی زبان میں ۹۰۸ھ میں ''روضۃ الشہدا'' کے نام سے کتاب تحریر کی یہ کتاب دس ابواب پر مشتمل ہے۔

سنِ تصنیف از مصنف:

از روزِ شہادت حضرت امام حسین تا تاریخ تالیف ایں کتاب کہ درقریب ہشت صد وچہل وہفت سال است ہرگاہ کہ ماہ محرم نوشدہ رقم تجدید ایں ماتم برصفحات قلوب اہل اسلام ایں ندا شنیدہ سید انام علیہ السلام کشیدہ واز زبان ہاتف غیبی ومنادی عالم لاریبے بامصیبت دارون اہل بیت ازیں ندا شنیدہ میشود...

اے عزیزاں در غم سبط نبی افغاں کنید
سینہ را از سوزش شاہ کربلا بریاں کنید

ترجمہ:

روز شہادت حضرت امام حسینؑ سے لے کر آج تک تا تاریخ تصنیف کتاب (یعنی روضۃ الشہدا) تقریباً ۸۴۷ سال ہوئے ہیں جب کبھی محرم آتا ہے اہل اسلام کے سینوں کے صفحات پر اس غم کی ندا از سرِ نو رقم ہوتی ہے اور عزاداران اہل بیت کو ہاتف غیبی کی جانب سے یہ ندا آتی ہے کہ: اے عزیز و سبط نبیﷺ کے غم میں رو اور فریاد کرو اپنے سینے کو شاہ کربلا کے سوز سے جلاؤ۔

تعارفِ مترجم غلام محمد شاہ:

سید غلام محمدؒ شاہ بخاری ساکن چاننا نزد گروٹ تحصیل خوشاب نے ۱۲۳۰ھ میں روضۃ الشہدا کا سرائیکی زبان میں منظوم ترجمہ کیا جو مخمس کی صورت میں ہے۔

غلام محمد شاہ اپنے متعلق لکھتے ہیں:

غلام محمد میرا بھی جاں ماپیو نام رکھایا   لوں لوں شکر پڑھیم لکھ واریں حمد کمایا
یارب بخش ہمیشہ مینوں طوق غلامی والا   غلاماں وچہ محمدؐ دے میں رہاں ہمیش سمالا

باپ محمد شاہ بخاری نسب بخاری ذاتی — حافظ حفظ قرآن پڑھن گزرے ڈیھ تے راتی
یا رب بخش استاد مرے نوں جس محمد نامی — غلام محمد شہر گروٹے کھیڑے عرف مدامی
غلام رسول محمد بیتا عبد رسول دو بھائی — علم رسول محمد دیوچہ عمر تمام لکھائی
ماپیو تے استادوں مہرباں سبھناں طوق غلامی — پیش محمد سرور عالم جسدا شان عظامی

سنِ تصنیف کا حال:

مبارک وچ رجب مہینے قصہ تمام بنایا — تریھ سالاں تے باراں صدیاں ہجری سن لکھایا
چاننا شہر گروٹے نیڑے وسدے کھوکھر سارے — یارب کرتوں فضل انہاں تے کشتی ظلم بچارے
فردوس الشہدا بنائی شاہ غلام نمانیں — احمد دینi کتابت کیتی وچ تحریر آسانے

یہ کتاب ۱۸۱ اوراق پر مشتمل ہے اور رسم الخط عربی ہے جس میں ٹ-ڈ-ڑ-گ-گھ وغیرہ کو ت-د-ر-ک-کھ سے لکھا گیا ہے۔قدیم سرائیکی کے تمام مصرعے اسی رسم الخط میں لکھے ہوئے ملتے ہیں مثلاً پٹنا کو پتنا، پڑھ کو پہر، ڈوہیں کو دوہیں لکھا گیا ہے۔اس ترجمے کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ مخمس مرثیے کی شکل میں ہے طویل بحر میں لکھی گئی یہ نظم مثنوی کی شکل میں نہیں۔اس سے شاعر کی قادر کلامی کا اظہار ہوتا ہے وسیع طویل واقعات کو مسلسل نظم میں ڈھالنا مشکل کام ہے ایسی نظم کے لئے محنت اور یکسوئی کی ضرورت ہوتی ہے اور مترجم اس میں نہایت درجے کامیاب ہوا ہے۔بعض مقامات پر سماجی مسائل کا ذکر بھی ملتا ہے امام حسنؓ کی ولادت کے بیان میں مولود کے کان میں اذان کہنا، مبارک بادی، ساتویں روز عقیقے کی رسم ادا کرنا اور قربانی کا ذکر، شادی بیاہ کے مسائل، تاریخی حالات و واقعات اور جذباتی رویوں کا بھرپور اظہار ملتا ہے۔

---

i- ۱۲۳۰ھ میں غلام محمد شاہ نے اپنی یہ کتاب لکھی اور احمد دین کاتب نے اس کی کتابت کی

ii- غلام محمد شاہ نے اپنی یہ کتاب ۱۲۳۰ھ میں مکمل کی جبکہ اردو مرثیے میں رزمیہ مرثیہ گوئی کا دور شروع نہیں ہوا تھا وہ گدا، سکندر پنجابی، حیدری اور میر تقی میر کے ہم عصر تھے۔

iii- کتاب میں کہیں 'آکھیا' کی بجائے 'کہیا'، 'توں' کی جگہ 'تُنہ' اور کہیں 'اونکوں' کی جگہ 'اس نوں' استعمال کیا گیا ہے یہ الفاظ منکیرہ، کلورکوٹ اور میانوالی کے رہنے والے بولتے ہیں۔

iv- اصل کتاب فارسی کے دس ابواب پر مشتمل ہے۔غلام محمد شاہ نے پہلے پانچ ابواب چھوڑ دیئے ہیں جبکہ باقی پانچ کا سرائیکی میں منظوم ترجمہ کیا ہے۔

ترجمے کا فن:

بابائے اردو مولوی عبدالحق نے اپنی ڈکشنری میں Transliteration کا مطلب ''انتقال الفاظ'' لکھا ہےاور Websters new international ڈکشنری میں اسکا مفہوم ان الفاظ میں وضع کیا گیا ہے کہ ''کسی زبان کا تلفظ اپنے صحیح معنوں میں دوسری زبان کے حروف تہجی کے ذریعے ادا کرنا'' یعنی انتقال الفاظ کے عمل میں حروف کی صوتی اقدار کا برقرار رکھنا ضروری ہے۔ اکسفورڈ انگلش اردو ڈکشنری میں بھی Transliteration کا مطلب یہی بیان کیا گیا ہے کہ ''کسی ایک زبان کے الفاظ یا حروف کو کسی دوسری زبان کے الفاظ یا حروف میں منتقل کرتے ہوئے زبان کے صوتی آہنگ کو قائم رکھا جائے'' (۳)

انگریزی لفظ ٹرانسلیٹشن (Transliteration) مغرب کی جدید زبانوں میں لاطینی سے آیا ہے اور اسکے لغوی معنی ہیں ''پار لے جانا'' یہ مفہوم نقل مکانی سے نقل معانی تک پھیلا ہوا ہے اسطرح اردو اور فارسی میں ترجمے کا لفظ جس کا اشتقاقی رابطہ ترجمان اور مترجم دونوں سے ہے، عربی زبان سے آیا ہے۔ اہلِ لغت اس کے کم سے کم چار معنی درج کرتے ہیں ایک سے دوسری زبان میں نقل کلام، تفسیر وتعبیر، دیباچہ اور کسی شخص کا بیان احوال یا تذکرہ شخصی۔ (۴)

ترجمہ ایک فن ہے اور جملہ فنون کی طرح اس فن میں بھی کمال اور بے کمالی کے ہزاروں مدارج موجود ہیں ترجمے کے لئے ضروری ہے کہ متن کی زبان اور اپنی زبان دونوں آنی چاہیں۔ اُس موضوع کے لئے بھی طبعی مناسبت درکار ہے جو متن میں موجود ہے۔ مصنف سے بھی کوئی نہ کوئی مماثلت لازمی ہے اور اس صنفِ ادب یا شاخِ علم سے بھی جس سے متن پیوست ہے مترجم کو پیوستگی حاصل ہو، تب ترجمہ عام سرسری معیار سے اوپر اٹھ سکے گا۔

فردوس الشہدا میں مترجم کو فارسی زبان پر دسترس حاصل ہے اسکے ساتھ ساتھ اہلِ بیت اور واقعہ کربلا سے تمام مسلمانوں کو مذہبی عقیدت اور روحانی وابستگی حاصل ہے یقیناً یہ رویہ مترجم کو مصنف سے جذباتی اور نفسیاتی مماثلت پیدا کرنے میں مدد دیتا ہے۔ روضۃ الشہدا اور فردوس الشہدا میں مولف اور مترجم کے مذہبی، روحانی اور جذباتی مزاج میں ہم آہنگی موجود ہے اور مترجم کی مصنف سے نفسیاتی وابستگی بھی۔ مترجم کے لئے جغرافیائی اور سماجی ماحول مختلف سہی مگر اسلامی، تہذیبی، ثقافتی اور نفسیاتی مماثلت اور فارسی زبان سے آشنائی نے مترجم کے فنی معیار کو بہت بلند کر دیا ہے۔

فنی محاسن:

ماہرین فن نے شاعری کا مفہوم و معنی متعین کرنے کے لئے جو تشریحات و تفصیلات لکھی ہیں اس کا ماحاصل یہ ہے کہ شاعری ایک دردمند دل کی صدا ہے۔لطیف احساسات، جذبات اور خیالات کی روح ہے جو موزوں و مناسب الفاظ کا جامہ پہن کر پرواز حاصل کر لیتی ہے شاعری میں حادثات و واقعات کا جذبات پر اثر انداز ہونا محسوسات کی عکاسی کرنا، تخیلات، فصیح و بلیغ کلمات وفقرات کے ذریعے ان تمام کو قوتِ پرواز بخشنا شاعری کے اجزائے ترکیبی میں شامل ہے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جب کسی لطیف طبع شاعر کو کوئی واقعے یا حادثے کا اثر دل پر ہوتا ہے تو وہ اس اثر کو ایک ایسے نرالے اور اچھوتے انداز والفاظ میں پیش کرتا ہے کہ واقعہ کی اہمیت و ندرت اصل واقعہ سے ہزار گنا بڑھ جاتی ہے ان اشعار کو پڑھنے والا متاثر ہو کر اس واقعہ کو بڑے تعجب و تحیر کے ساتھ بہت اہم سمجھنے لگتا ہے اور اس اندازِ بیاں کو واقع نگاری کہتے ہیں فردوس الشہدا میں واقع نگاری کی بہت سی سحر آفریں و پرکشش مثالیں موجود ہیں۔

روایت انس مالک کولوں خاص العین مرض الموت حیاتی دا جا سرور ساتھ لڈیندے ہن
زہرہ خاتون پکڑ لیائی ہتھ فرزندانِ حسن حسین آکھلوتی پیو دے اگے آکھیں سن سید کونین
ایہ خاص ڈوہیں فرزند تساڈے ورثہ ڈیہ کجھ سائیدا

مرفوع رفاعی پتر عزیزے وچ روایت لکھیا ہے آکھے ڈُھم حسن ولی کوں حضرت مونڈھے چایا ہے
موڈے اُتے چا فرزنداں آپ نبیؐ فرمایا ہے اَلّٰھُمَّ اِنِّی اُحِبُّہٗ وَ حِبَّہ شان بلندودھایا ہے
آپ حبیب محبت کیتی قدر کی خدائیدا

مرقع نگاری:

جذبات نگاری کے ساتھ ساتھ مرقع نگاری دوآتشہ کا کام دیتی ہے اس سے قصے کی جاذبیت اور جذباتیت میں غیر معمولی اضافہ ہوتا ہے ماحول کی تصویر کشی ہو یا کرداروں کی حرکات وسکنات کے مرقع وسراپا کی باتیں ہوں یا بہادری وشجاعت اور جانثاری کے نقشے یہ سب جذبات میں شدت اور تاثر پیدا کرنے میں مدد دیتے ہیں۔

ول چڑھ کے سرور ممبر اُتے خطبہ خوب پڑھایا ھے وعظ نصیحت لوکاں نوں بہہ نال فصیح سنایا ھے
مینوں ڈسو یار تمامی کینوں رب ودھایا ھے حسب ونسب وچ کیہڑے کامل دل تساڈے بھایا ھے
سخن بلیٰ اصحاباں کیتا اگلی خبر نہ آئیدا

سنیا حاکم شام و دمشق شاہ علی سدھانا ھے　　ستر ہزار سوار پیادہ گھن کوفے تے دھانا ھے
خبر پئی آ کوفے اندر جتھاں حسن ٹکانہ ھے　　چہل ہزار جو بیعت حسین مردقوی سیاناں ھے
عبدالرحمان بریر اُوتے اِکھٹھ ہویا بادشاہیدا

کردار نگاری:

شاعر جس سماج میں رہتا ہے اسی ماحول کو اپنی شاعری کا حصہ بناتا ہے یہی فن اس کی شاعرانہ لطافت کا حسین اظہار ہے جس کے ذریعے وہ اپنے ثقافتی ماحول کو نمایاں کر رہا ہوتا ہے یہ اندازِ بیاں فطری ہے۔

بے پرواہی رب دی کولوں پیر پیغمبر ہٹ گئے　　اماں ہوا آدم جہے پھل بہشتوں ترٹ پئے
بئے یعقوب تے یوسف جہے درد وچھوڑوں کُٹ گئے　　من رضا الہ ذکریا سرکلوتراں کُٹ پئے
دم مارن دی جا نہ اُتھے قدر نہ کل ولائیدا
بے پرواہی ڈیکھ رب دی کنبیا عرش الٰہیدا

جذبات نگاری:

شاعر نے انسانی جذبات کی بھرپور عکاسی اور نقاشی کی ہے جس سے انس و محبت، عشق و وارفتگی، نفرت و حقارت، رنج والم غرض کوئی بھی جذبہ ہو اس نظم میں جذبات نگاری کا بھرپور اظہار سرائیکی زبان میں بھی اسی طرح قائم ہے جس طرح منظوم کیا گیا ہے۔

آیا وچ حسین تنبو دے روندیا تب ملایا ھے
کل مستوراں بھیناں دھیاں حسین اُتھے گل لایا ھے
درد فراق انہاندے بھی چازمین اسمان کنبایا ھے

زین العابدین سڈا کے شاہ سینے چا لایا ھے
رووے درد فراق اُسینوں چم پیار ڈوایا ھے
آب وصال تیریدا میرا دلدا ڈھاڈہ بُجھایا ھے

منظر نگاری:

شاعر نے ماحول کی بھرپور منظر نگاری کی ہے مترجم نے انہی لفظوں میں سماجی، ثقافتی، تہذیبی بلکہ مکمل تاریخی

حقیقت کا رنگ بھر دیا ہے۔

اسے حال قضیے اندر سجھ اُدھر چڑ آیا ھے　　آئی اپر چھال حسن کوں اگے تھال رکھایا ھے
ہک سو ستر ٹوٹا باہر ہو کلیجہ آیا ھے　　درد عذاب حسن دے داتھڑ تھل مدینے آیا ھے
زمین آسمان تے پربت تھڑکن جل تھل دہول کنبا ئیدا

جُزئیات نگاری:

شاعر نے جزئیات نگاری میں اپنی علمیت، فضیلت، مشاہدے اور تجربے کے جوہر بکھیرے ہیں۔ سورج، چاند، زمین، دریا، رات، دن، آگ، پانی، روشنی، اندھیرا جزئیات نگاری کی عمدہ مثال ہیں۔

جاں ڈینہ چڑیا ساعت پچھے زردی رنگ ڈکھایا ھے　　وانگ بدر منہ چمکے ھسناں انت حساب نہ پایا ھے
سبزی نور ویٹے منہ اوتے خوب لقا سواہا ھے

مترجم کے اظہار لفظی کی عمدہ مثال تشبیہ اور استعارے سے انداز بیاں میں خوبصورتی پیدا ہوگئی ہے

گھوڑا تے شمشیری چنگی پرانت شمار نہ پایا ھے　　ڈھال عجائب حمزہ والی وہ وہ جو رنگ لایا ھے
رات اندھاری وانگوں نیں تاریاں چمک ڈکھایا ھے　　وانگ اسمان میدان اندر چن بدر حسینؓ چڑھایا ھے
جڈاں معجون ماکھی دے اندر زہر حسن بہہ کھائی ھے　　کھاون نال شتاب حسن نوں رات غضب دی آئی ھے
درد شکم تھیں بیخود ہویا حشر قیامت پائی ھے　　نال شتابی گیا وچ روضے جاں رب رات دھائی ھے
ونج لیٹا قبر نانے دی تے گھن وت پیٹ ملائیدا

زباندانی:

سرائیکی قدیم زبان ہے اور اس کے ادب میں بھرپور قوت بیاں اور طاقتِ اظہار موجود ہے سرائیکی کا دوسری زبان سے رشتہ تراجم کی صورت میں جوڑا جاسکتا ہے۔ ہر زبان اور ادب میں ابتدائی کام مذہب کے عنوان سے ہوتا رہا ہے۔ سرائیکی کے ابتدائی ادبی نمونے بھی مذہبی قسم کے ہیں کیونکہ اس میں اسلامی، دینی، روحانی اور جذباتی وابستگی کا اظہار ملتا ہے۔ سرائیکی بھی غیر زبان کا اپنی زبان میں اظہار کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتی ہے فردوس الشہدا میں مترجم کو زبان پر مکمل عبور حاصل ہے۔

فکر صفائی کل عبادۃ ذاتی فکر نحواہیدا　　فکر وں ذات معلیٰ دیوچ دانشمند سچاھیدا

بے پرواہی ڈیکھ رب دی کنیا عرش الہیدا

شاعر کے اظہار لفظی کی عمدہ مثال:

فردوس الشہدا بنائی شاہ غلام نمانے — احمد دیں کتابت کیتی وچ تحریر اسانے
ہک تقریرے بیا تحریرے کر کے وزن بنائے — کنڈے اتے تول برابر موتی سلک جڑائے
جے تینوں اعتبار نہ آوی عقلوں وزن وچ تولیں — تولے باجھوں لاف دروغے ایویں جھوٹ نہ بولیں
تکڑی حرف کلام عرب دے وزن میزاں بنایا — حرف حرف دے نال برابر کر کے وزن لکھایا
جیکر تیتھوں بیت نہ کھلے تولید ا ہو قائل — مستفیلن مستفیعلن مستفیعلن فاعلُ

حواشی

۱- یہ قلمی نسخہ دورانِ تحقیق جناب قاسم قریشی (بھکر) کی لائبریری سے بطور عطیہ سرائیکی ریسرچ سنٹر کو ملا۔ یہ ضخیم مخطوطہ قدیم کھدری (موٹے) کاغذ پر ہے۔ کاغذ پرانا اور پیلا ہو گیا ہے شروع کے اور کچھ آخر کے صفحات دیمک خوردہ ہیں۔ کالی روشنائی ہے اور قلم سے خوبصورت خط میں تحریر شدہ ہے۔ تحریر بآسانی پڑھی جا سکتی ہے، مگر رسم الخط پرانا ہے۔ حاصل شدہ نسخے کے صفحات کی تعداد ۳۶۳ ہے ہر صفحہ پر تحریر کی بارہ (۱۲) سطور ہیں۔ مخطوطہ مکمل اور مجلد ہے۔

۲- مخطوطے کے آخر میں درج تحریر اور دستخط کے مطابق گل محمد ولد محمد چراغ دین نے یہ مخطوطہ ۱۸۵۳ء/۱۲۷۰ھ ہجری میں نقل کیا جبکہ غلام محمد شاہ نے ۱۸۱۴ء/۱۲۳۰ھ ہجری میں روضۃ الشہدا کا فردوس الشہدا کے عنوان سے ترجمہ کیا۔ گویا گل محمد نے چالیس سال بعد اسے نقل کیا۔ غلام محمد شاہ کے ترجمے کا اصل مخطوطہ کہیں بھی دستیاب نہیں ہو سکا اور نہ یہ چھپ سکا ہے۔ اس لئے اس قلمی نسخے کی اہمیت بہت بڑھ جاتی ہے

۳- غلام محمد شاہ نے اپنی اس تصنیف کو ''ہندوی'' زبان کا نام دیا ہے۔ قدیم زمانے میں ملتانی زبان موجودہ سرائیکی کو ہندوی کے نام سے پکارا جاتا تھا۔

روضتہ الشہدا نو ہندوی کر منظوم بنایا

حال احوال امام شہیداں اسوچ درج کرایا

۴- تاریخ کی قدیم کتابوں اور سیاحوں کے سفرناموں سے پتہ چلتا ہے کہ وادی سندھ میں مقامی بولی کے ساتھ ساتھ عربی اور پھر فارسی (ویلمیوں کے عروج کے زمانے میں) بول چال کی زبان بن گئی تھی اور عوام بڑی فراخ دلی سے غیر ملکی زبان کو اپنا رہے تھے۔ شاعری دونوں زبانوں میں ہوتی تھی۔ اسلامی عقائد سے متعلق نظموں اور رسالوں کا بہت سا حوالہ سرائیکی ادب میں ملتا ہے۔

ڈاکٹر مہر عبدالحق کے مطابق عبدالکریم جھنگوی کی ۱۰۸۶ ہجری میں کی تصنیف ''نجات المومنین'' کی زبان پرانی ملتانی ہے جسے پہلے ہندوی کا نام دیا جاتا تھا۔

فرض مسائل دین دے ہندوی کر تعلیم

کارن مرداں امیاں جوڑے عبدالکریم ۵

۵- برصغیر وچ شروع کنوں مسلماناں کوں عربی تے فارسی کتاباں سرائیکی ترجمے کرتے پڑھائے تے سمجھائے ویندے رہن ایہہ کتاباں اتے رسالے ہوندے ہن۔ اوں وقت دے سرائیکی، مذہبی ادب دے ڈیوے ہن جتھاں دی روشنی اساں توڑی پجی ہئی۔ انہاں کوں اساں قدیم سرائیکی دے ابتدائی نمونے آکھسوں ۶

۶- ڈاکٹر سجاد حیدر پرویز فارسی سے سرائیکی تراجم میں لکھتے ہیں، ڈاکٹر مہر عبدالحق کے مطابق مولوی خدا بخش (سوکڑ تحصیل تونسہ) نے ۸۷۹ ہجری میں ''نصابِ ضروری'' جو فارسی سے سرائیکی لغت ہے، پہلا ترجمہ قرار دیا ہے۔ ۷

۷- دلشاد کلانچوی کے مطابق سرائیکی زبان میں فارسی کتابوں کے ترجمے میں سب سے پہلے ''آمدن نامہ'' ہے جس کو مولوی رحیم بخش ۱۳۳۷ھ بمطابق ۱۹۱۹ء میں ترجمہ کیا ہے۔ ۸

۸- i. ڈاکٹر شہباز ملک کی پنجابی کتابیات کے مطابق: رکن الدین، روضۃ الشہدا، لاہور، منشی اللہ بخش، خادم مالک اخبار پنجاب، ۱۹۰۵، ۱۶۴ص (نظم، کربلا نامہ، مثنوی، عنوان فارسی) ترجمہ روضۃ الشہدا، آزاد تصنیف ۱۱۳۶ھ حضرت محمدؐ کی رحلت سے شہادت امام حسینؓ تک ۹

ii. حسین واعظ، روضۃ الشہدا، ترجمہ اللہ بخش خادم، لاہور، بوٹے خان، ۱۹۰۵ء، ۱۶۴ص (نظم، کربلا نامہ، مرثیہ، تاریخ [۱۱ل]) ۱۰

حوالہ جات

۱- تاریخ سندھ، ابوظفر ندوی، مطبع معارف اعظم گڑھ (انڈیا) طبع اول، ص:۲۴۴

۲- غلام عباس ماہو (مترجم) بوستان سعدی، اردو ترجمہ، مکتبہ دانیال لاہور، ۲۰۰۱ (دیباچہ)

۳- فرخندہ لودھی، اردو اور فارسی میں نقل حرفی (باب اول)، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، ۱۹۸۶ء، ص:۹

۴- اعجاز راہی، اردو زبان میں ترجمے کے مسائل، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، ۱۹۸۶ء، ص:۳۳

۵- ۵؎ ڈاکٹر مہر عبدالحق، ملتانی زبان اور اس کا اردو سے تعلق، اردو اکادمی، بہاولپور، ۱۹۶۷ء، ص:۳۲۱-۳۲۲

۶- ۶؎ دلشاد کلانچوی، سرائیکی زبان تے ادب، سرائیکی ادبی مجلس، بہاولپور، ۱۹۸۷ء، ص:۱۵۶-۱۵۷

۷- ۷؎ ڈاکٹر سجاد حیدر پرویز، سرائیکی زبان و ادب کی مختصر تاریخ (بعنوان تراجم)، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۲۰۰۱ء، ص:۳۴۴

۸- ۸؎ دلشاد کلانچوی، سرائیکی زبان تے ادب (بعنوان سرائیکی زبان وچ تراجم)، سرائیکی ادبی مجلس، بہاولپور، ۱۹۸۷ء، ص:۲۳۷

۹- ۹؎ ڈاکٹر شہباز ملک، پنجابی کتابیات، سیریل نمبر ۲۸۱۸، جلد اول، اکادمی ادبیات، اسلام آباد، ۱۹۹۱ء، ص:۱۶۲

۱۰- ۱۰؎ ڈاکٹر شہباز ملک، پنجابی کتابیات، سیریل نمبر ۱۹۷۷، جلد اول، ص:۱۱۶

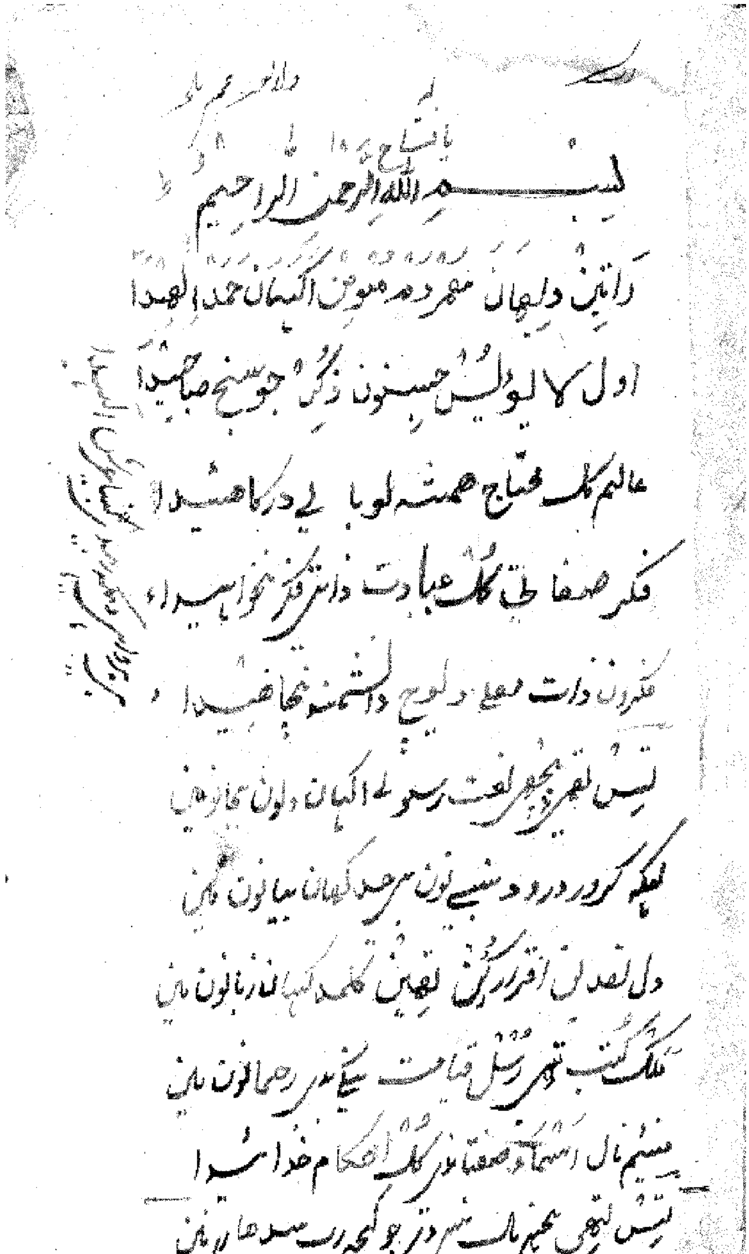
بسم اللہ الرحمن الرحیم

قلمی نسخے کا پہلا صفحہ

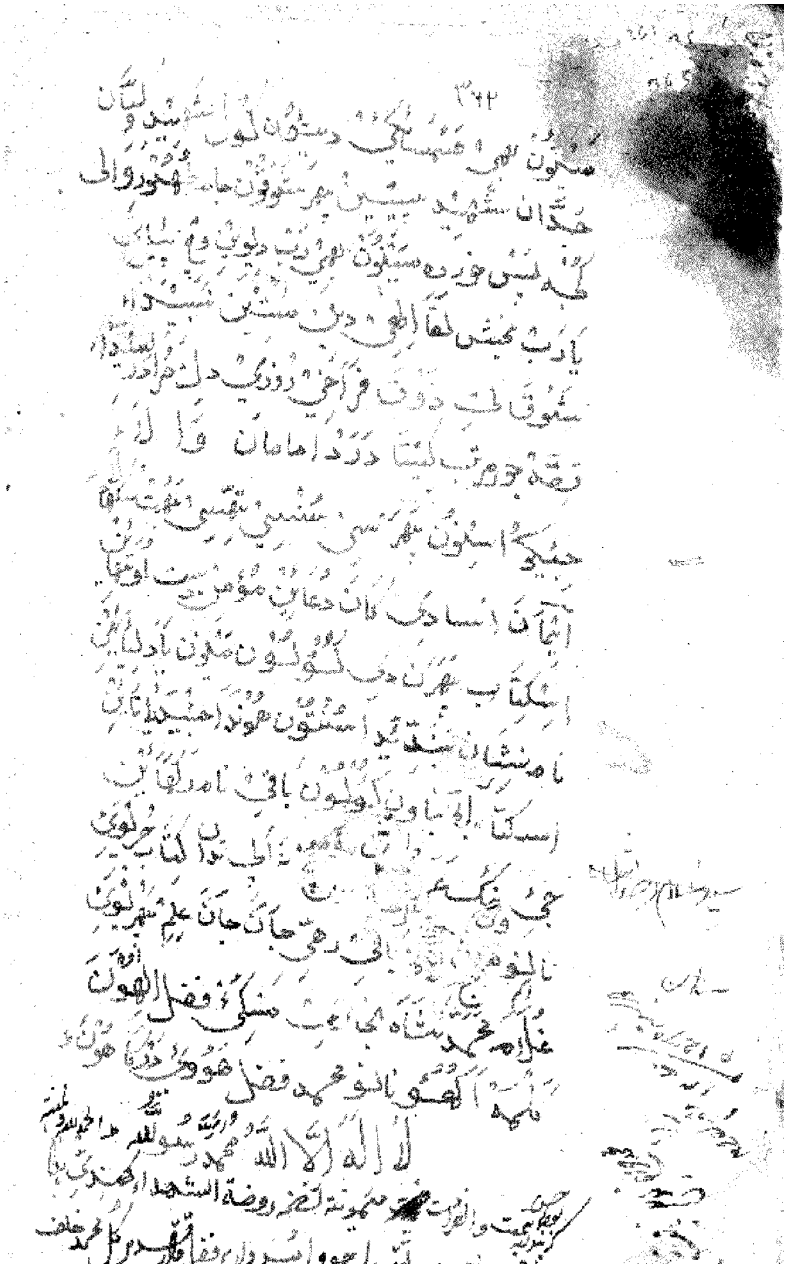

قلمی نسخے کا آخری صفحہ